شیخ مصطفیٰ سباعی
ترجمہ: قیصر حسین ندوی

مساوات انسانی کی عملی تصویر

آج سے تقریباً سوا چودہ سو سال پہلے اسلام نے اخوت و مساوات کے اصول وضابطے کا ان الفاظ میں اعلان کیا تھا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم (یقیناً تم میں وہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہے تم میں جو سب سے زیادہ متقی ہو)
اور نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے خطاب میں فرمایا تھا: ''تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کسی طرح کی کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے ذریعہ'' یہ اعلان صرف ان اصول وضوابط کی حد تک محدود نہیں رہا جن کا مختلف مواقع ومناسبات میں اعلان کیا جاتا ہو۔ جیسا کہ آج نئی تہذیب کے علمبرداروں کا حال ہے کہ ان کے سارے اعلانات اصول وضابطے کی حد تک محدود ہوتے ہیں اور عملی وتطبیقی میدان سے ان کا دور کا بھی وابستہ نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا اسی وقت سے سو فی صدی نفاذ تھا' مسجدوں میں نافذ کیا گیا جس کے نتیجہ میں حاکم ومحکوم' آقا وغلام امیر و مامور' غنی وفقیر' کالے اور گورے بغیر کسی تفریق و امتیاز اور تردد کراہت کے اپنے رب کریم کے سامنے نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔

بندہ وصاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اب اس طرح حج میں پوری دنیا کے سارے مسلمان رنگ ونسل کی تمیز اور کالے گورے کے مابین تفریق کے بغیر ایک ہی ہیئت اور ایک ہی لباس میں اپنے خالق و مالک کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں' عدل وانصاف واخوت ومساوات کی سب سے اعلیٰ وارفع مثال ہمیں فتح مکہ کے دن نظر آتی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ کو خانہ کعبہ پر چڑھ کر اذان اور کلمہء توحید کے اعلان کا حکم دیا' حالانکہ کعبہ عربوں کے یہاں دور جاہلیت میں بھی حرم مقدس رہا ہے اور یہ اسلام میں بھی قابل صد تعظیم واحترام قبلہ ہے لہٰذا اس پر ایک کالا حضرت بلالؓ جیسا حبشی غلام کیسے چڑھ سکتا ہے لیکن اسلام نے ان کو یہ حق دیا' اس طرح کی یا اس سے قریب تک کی مثال دنیا کی کسی قوم وملک میں کمیاب ہی نہیں بلکہ ناپید ہے' لیکن اسلامی تہذیب نے آج سے تقریباً سوا چودہ سو سال پہلے اخوت ومساوات کی ایسی عملی واعلیٰ مثال پیش کی جس کی نظیر دنیا کی انسانی تاریخ میں نہیں ملتی' ہے حضرت بلالؓ کا خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھنا اس بات کا اعلان تھا کہ انسان

سب سے اشرف اور باعزت مخلوق ہے اور وہ اپنے علم اپنی عقل اپنے اخلاق وعادات اور ایمان ویقین کی وجہ سے اس عزت وشرف کا مستحق ہے نہ کہ کالے گورے ہونے کی وجہ سے۔ لہٰذا کسی انسان کے پاس اگر عمل نہ ہو تو اس کا گورا ہونا اسے آگے نہیں بڑھا سکتا اور نہ کسی انسان کو اگر اس کی عقل وذہانت' محنت ومشقت آگے بڑھا دے تو اس کا کالا ہونا اسے پیچھے نہیں کر سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ جو آپ ﷺ کے نہایت معزز جلیل القدر صحابی تھے' کے لئے پسند نہیں فرمایا کہ وہ کسی ساتھی کو ''اے کالی کی اولاد'' کہیں بلکہ آپ نے ان کی زبردست توبیخ کی اور نہایت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا: ''کیا تم نے اس کو اس کی ماں کے کالے ہونے کا عار دلایا ہے؟ یقیناً تم ایک ایسے آدمی ہو جس میں ابھی بھی جاہلیت باقی ہے''

اسلامی عدل وانصاف اخوت ومساوات کی دو چار نہیں سو ہزار نہیں بلکہ بے شمار مثالیں اسلامی تاریخ میں ملتی ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب مسلمان مصر کی فتح کے لئے گئے اور اندر تک گھس گئے تھے حتیٰ کے بابلیون کے قلعہ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تو مقوقس نے مسلمانوں سے گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی اور ان کے پاس ایک وفد مسلمانوں کے مصر آنے کا مقصد معلوم کرنے کے لئے بھیجا اور مسلمانوں سے بھی ایک وفد کا مطالبہ کیا تو عمرو بن العاصؓ نے جو اس وقت اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے دس آدمیوں کا ایک وفد مقوقس کے پاس بھیجا جن میں عبادہ بن صامتؓ بھی تھے حضرت عبادہ بن صامتؓ لمبے قد کے تھے اور نہایت کالے تھے حضرت عمرو بن العاصؓ نے حکم دیا کہ وہی مقوقس سے بات کریں گے جب وفد مقوقس کے پاس پہنچا اور حضرت عبادہؓ بات کے لئے آگے بڑھے تو مقوقس کالے ہونے کی وجہ سے ان سے ڈر گیا اور کہا کہ اس کالے کو ہم سے دور کر دو اور دوسرے کو مجھ سے گفتگو کے لئے آگے کرو' وفد کے سارے لوگوں نے کہا کہ یہ کالا ہم میں رائے اور علم کے اعتبار سے سب سے افضل ہے' یہ ہمارے سردار ہیں' ہم میں سب سے بہتر اور مقدم ہیں ہم سب ان کی رائے اور قول کی طرف رجوع کرتے ہیں' ہمارے امیر نے انہیں کو امیر بنایا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم انکے قول ورائے کی مخالفت نہ کریں' تو اس نے کہا کہ تم لوگ کیسے راضی ہو گئے کہ یہ کالا تم میں سب سے افضل ہو؟ اسے تو تم لوگوں سے کمتر ہونا چاہیے مسلمانوں نے کہا ہرگز نہیں وہ اگرچہ کالے ہیں لیکن مقام ومرتبہ میں عمل وعقل میں اور رای میں ہم سب سے بہتر ہیں ہم لوگوں میں کالا ہونا معیوب نہیں ہے' پھر مقوقس نے حضرت عبادہؓ سے کہا: ''اے کالے آگے بڑھو اور مجھ سے نرمی سے بات کرو اگر تمہاری بات سخت ہو گی تو میں اور بھی زیادہ ڈر جاؤنگا حضرت عبادہؓ نے دیکھا کہ وہ کالے پن سے ڈر رہا ہے تو مزید خوفزدہ کرنے کیلئے اس سے کہا کہ ہماری فوج میں ایک ہزار ہم سے بھی زیادہ کالے ہیں''

کتنی انوکھی ہے اسلامی تہذیب اور اس نے انسانیت کو کس قدر بلند کیا ہے' پہلے تمام لوگ حتیٰ کہ بیسویں

صدی کے مہذب لوگ بھی کالے ہونے کو عیب و عار سمجھتے تھے اور کالے کو گوروں کے زمرہ میں شمار کئے جانے کا اہل نہیں سمجھتے تھے تو وہ ان گوروں سے آگے کیسے بڑھ سکتا ہے؟ ان کی قیادت کیسا کر سکتا ہے؟ پھر اسلامی تہذیب آئی اور اس نے ان تمام ظالمانہ وجابرانہ معیاروں کا خاتمہ کیا اور ان باتوں کو احمقانہ قرار دیا' اور اس نے علم' عقل رائے اور شجاعت و بہادری کی بنیاد پر کالوں کو گوروں سے آگے بڑھا دیا حضرت عبادہ بن صامتؓ بھی انہیں کالوں میں سے ایک تھے جن کو اسلامی تہذیب نے سیادت وقیادت کے مقام تک پہنچا دیا۔

عبدالملک بن مروان حج کے دنوں میں اعلان کرواتے تھے کہ لوگوں کو صرف اہل مکہ کے عالم' فقیہ اور امام عطاء بن ابی رباح ہی فتوے دے سکتے ہیں حالانکہ عطاء کالے' کانے اور لنگڑے تھے' ان کی ناک پچکی ہوئی تھی' سر کے بال گھنگھریالے تھے' کوئی انسان انہیں دیر تک نہیں دیکھ سکتا تھا' جب وہ اپنے علمی حلقہ میں ہزاروں شاگردوں کے درمیان بیٹھے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا وہ روئی کے کھیت میں کالا کوا ہیں' اسی کالے' کانے' پچکی ناک والے کو ہماری اسلامی تہذیب نے ایک ایسا امام بنا دیا تھا جن کی طرف لوگ فتوے میں رجوع کرتے تھے۔ اور ایک ایسا مدرسہ بنا دیا تھا جن کے ہاتھوں ہزاروں طلباء فارغ ہوتے تھے۔ اور وہ ان شاگردوں کے نزدیک نہایت قابل تعظیم وتکریم اور محبت و اہمیت والے سمجھے جاتے تھے' ہماری اسلامی تہذیب میں علم وادب کے میدان میں لائق اعزاز وشرف ایسے کالے ہی تھے ان کی کھال کی سیاہی ایسے ادباء ہونے سے مانع نہیں تھی جو خلفاء کے ہم نشین ہوں جیسا شاعر نسیب اور نہ ایسے فقہا ہونے سے مانع تھی جو فقہ اسلامی کے معتبر مراجع ومصادر تالیف کرتے ہوں' جیسا عثمان بن علی الزیلعی فقہ حنفی میں ''الکنز'' کے شارح اور حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی' ''نصب الرایہ'' کے مؤلف یہ دونوں کے دونوں کالے تھے اور ملک حبشہ کے مشہور شہر زیلع کے رہنے والے تھے' کالے غلام کافور اخشیدی سے کون پڑھا لکھا ناواقف ہوگا جنہوں نے چوتھی صدی ہجری میں مصر پر حکومت کی اور یہ وہی ہیں جنہیں متنبی نے اپنی مدح وہجو گوئی میں زندہ جاوید بنا دیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسلامی تہذیب کالے اور گوروں کے مابین کوئی نسلی امتیاز وتفریق نہیں کرتی اور نہ اس میں کالوں کی کوئی ایسی خاص سوسائٹیاں ہیں جن میں ان کے ساتھ گورے نہیں رہ سکتے اور نہ ان کے ساتھ کسی طرح کا ظلم ہوتا ہے' جس کی وجہ سے وہ لوگوں کی نگاہ میں معمولی وحقیر ہوں اور قابل اعتنا نہ سمجھے جاتے ہوں' اسلامی تہذیب ایسی انسانی تہذیب ہے جو تمام لوگوں کو حق وانصاف کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اور کالوں وگوروں کو ان کے اچھے وبرے اعمال کے اعتبار سے اہمیت دیتی ہے۔ **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیر ایرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ** آیت میں کالے گورے کا کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے اہمیت عمل کو دی گئی ہے' اس طرح کی باتیں پچاس سال سے عجیب و غریب سمجھی جارہی تھیں لیکن یہ بدیہیات میں سے ہے کہ کالے اور گورے کے مابین تفریق وامتیاز ایک ایسا غیر انسانی

عمل ہے جسے کوئی بھی ترقی یافتہ تہذیب قبول نہیں کرسکتی اور اسلامی تہذیب میں تو اس امتیاز وتفریق کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہی تہذیب لوگوں میں الفت ومحبت' اخوت ومساوات اور بھائی چارگی وملنساری کو عام کرنے میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف ہے لیکن جس دن سے اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا اور انسان حقوق کے عہد وپیان کا اعلان کیا گیا اسی دن سے اس موضوع کی ضرورت محسوس ہوئی خاص کر جب میں نے جنوبی افریقہ کے نسلی امتیاز کے بارے میں تکلیف دہ باتیں سنی اور دیکھیں اور کینیا میں خوفناک استعماری جرائم کے بارے میں سنا اور امریکا کے کالے اور گوروں کے حالات سے آگاہ ہوا تو حیرت کی انتہا نہ رہی۔

عجیب وغریب بات ہے کہ جنوبی افریقہ کے حکام جو نسلی امتیاز وتفریق کے علمبردار ہیں اور کینیا کے حبشیوں کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی طور پر جبر وتشدد اور ظلم وستم کا معاملہ کرتے ہیں اور امریکا کے حبشیوں کو سخت سے سخت ترین آزمائشوں اور ناقابل برداشت مصیبتوں میں مبتلا کرتے ہیں' وہ مشرقی نہیں ہیں کہ ان پر رجعت پسندی' تاخر وتخلف اور غیر انسانی عمل کا الزام لگایا جاتا جیسا کہ اہل غرب کا اہل مشرق پر طرح طرح کے الزامات لگانے کا شیوہ رہا ہے' ایسا کرنے والی اقوام متحدہ کی ترقی یافتہ سب سے بڑی حکومتیں ہیں' چنانچہ امریکہ سب سے بڑی حکومت ہے جو اقوام متحدہ پر حاوی اور قابض ہے' انگلینڈ یورپ کی سب سے بڑی حکومت ہے جس کو اپنی جمہوریت پر فخر ہے' اور جنوبی افریقہ میں اقوام متحدہ میں ان یوروپین گورے حکام کی نمائندگی کرتی ہے جنہوں نے ان علاقوں کو استعمار بنایا ہے اور اسی کے نام سے بات کرنے لگے ہیں' امریکہ کی جنوبی حکومتوں کا اقوام متحدہ کے حلقوں میں بڑا اونچا مقام ہے اور اس کی بات سنی جاتی ہے یہی وہ حکومتیں ہیں جو بیسویں صدی میں سب سے گھناؤنے انسانی جرائم کی مرتکب ہیں اور دوسرے انسانوں کے ساتھ جبر وتشدد اور ظلم وستم کا برتاؤ محض اس کے کالے ہونے کی وجہ سے روا سمجھتی ہیں۔

جنوبی افریقہ کی حکومت اس ہنگامے کے بعد بھی حقوق وواجبات اور امتیازات میں کالے اور گورے کے مابین تفریق وامتیاز پر مصر ہے جس کو ایشیاء یا فریقی بلاک نے اقوام متحدہ میں برپا کیا تھا اور انگلینڈ مسلسل اجتماعی قتل وغارت گری کا بازار کینیا میں وہاں کے اصل باشندے ''ماوماؤ'' کے ساتھ گرم کئے ہوئے ہے بلکہ اراضی کے اس قانون کے نفاذ پر مصر ہے جو ۱۹۱۵ء میں صادر ہوا تھا اس قانون کے تحت ۲۹ ر ہزار یوروپین کو کینیائی اراضی میں وہ حقوق حاصل ہوں گے جو چالیس لاکھ پچپن ہزار افریقیوں کو حاصل نہیں ہوں گے جو اپنے گھروں میں بے گھر کئے جارہے ہیں حالانکہ وہی ملک کے اصل باشندے اور وہاں کے صاحب ثروت ودولت اور مالک ہیں۔

''سرالیوت'' جو کینیا کے ۱۹۰۰ء میں سب سے مندوب متعین کئے گئے تھے اپنی حکومت کے سیاسی بیان میں کہتے ہیں کہ: کینیا کے اندر گوروں کی زمین ہے اور اگر ہم اس میں گوروں کے مصالح کی غالبت کا اعتراف نہ کریں تو یہ نفاق ہوگا' ہماری سیاست اور ہمارے قوانین کا بنیادی مقصد اور اساسی کردار یہ ہونا چاہیے کہ ہم گوروں کی آبادی

قائم کریں کینیا کے یوروپین حکام کا آج تک سیاسی مقصد یہ رہا ہے کہ کینیا کی پوری زمین گورے یورپین کی ملکیت ہو جائے اور وہ وہاں کی پیداوار میں جس طرح چاہیں تصرف کریں''

وہاں کا عجیب وغریب قانون اراضی یہ ہے کہ حاکم کو کسی کو بھی زمین دینے کا اختیار ہے، پانچ ہزار ایکڑ تک زمین ۹۹۹ سال کی مدت کے لئے اس کی دگنی قیمت میں دی جاسکتی ہے۔ ۱۹۲۵ء تک متوسط طور پر گورے پانچ سو ایکڑ زمین کے مالک ہو گئے جبکہ اصل شہری (کالے) کے پاس صرف آٹھ ایکڑ زمین تھی کالے وطنی کو گوروں کی آبادی سے الگ رہنے کے لئے کالوں کے لئے کچھ ایسی مخصوص جگہوں کی تعیین کر دی گئی ہے جن سے تجاویز کرنے کا ان کو حق حاصل نہیں ہے اور جب گورے کالے مزدوروں کو ان کی معمولی مزدوری کی وجہ سے ان سے کام لینا چاہتے ہیں تو کالوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ گوروں کے کھیتوں میں کام ختم کرتے ہی اپنی جھونپڑیوں اور اپنے ان گھروں میں چلے جائیں جو گوروں کے علاقہ سے دور دراز نشیبی علاقوں میں ہیں۔

امریکا میں بھی ایسی نہایت دہشت ناک والمناک مثالیں ملتی ہیں نیویارک کے بندرگاہ پر جہاں آزادی کا اسٹیچو ہر آنے والے کا استقبال کرتا ہے اس کے نیچے تحریر ہے کہ ''تم اپنے تھکے ماندے ان فقراء مساکین کو ہمیں دے دو جو آزادی کے ساتھ سانس لینا چاہتے ہیں انہیں تم اپنے بھیڑ بھاڑ والے سمندر کے کناروں سے ہمارے پاس بھیج دو جن کا نہ کوئی ٹھکانہ اور نہ وطن ہے، سنہرے گیٹ کے قریب اپنی مشعل کو بلند کئے ہوئے ہوں۔

آزادی کے اس ملک میں جس کے سب سے بڑے بندرگاہ پر آزادی کا اسٹیچو قائم کیا گیا ہے حبشیوں پر جبر وتشدد ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جارہے ہیں جو تاریخ انسانی کے سب سے گھناؤنے جرائم ہیں ہم ان کی طرف غلط باتیں منسوب کر کے ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس حقیقت کا اعتراف وہ خود کرتے ہیں۔

جس میں بیزنز جو امریکی پارلیمنٹ کے رکن ہیں کہتے ہیں کہ کسی بھی ایسا کالے آدمی کو جس کے دل میں سیاسی مساوات کی خواہش ہو جنوب کے صوبوں میں کسی عمل کا حق نہیں ہے یہ ملک گوروں کی ملکیت ہے اور ضروری ہے کہ انہیں کی ملکیت رہے۔

حبشیوں کے ساتھ جبر وتشدد ظلم وستم اور سفاکیت و بربریت کے مظاہرے مختلف اور متعدد میدانوں میں ہوتے ہیں:

۱۔ ثقافتی میدان: امریکا کے بیس صوبوں میں حبشیوں کو کسی ایک اسکول میں بھی گوروں کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے صوبہ ٹینیسی کے قانون دفعہ ۲۰۷ء میں صراحت ہے کہ تعلیم وتربیت کے میدان میں گورے بچوں کو کالے بچوں سے الگ رکھا جائے لہٰذا دونوں کے لئے الگ الگ اسکول ہیں۔ صوبہ ''فلوریڈا'' کے قوانین میں ہے:

حبشیوں کے بچوں کی اسکولی کتاب گوروں کے بچوں کی کتابوں سے الگ ہوں۔

۲۔ **شادی کے میدان میں:**

تقریباً تمام صوبوں میں کسی گوری لڑکی کی شادی کسی کالے سے یا اس کے برعکس ممنوع ہے بعض صوبوں کے قوانین میں (جیسے صوبہ میسیسی) صراحت ہے کہ اگر ایسی شادی ہو بھی گئی ہو تو غیر قانونی قرار دی جائے گی بلکہ گورے کی کسی ایسے شخص سے شادی بھی غیر قانونی قرار دی جائے گی جس کے رگوں میں کسی حبشی کا خون دوڑ رہا ہو۔

۳: **عمل کے میدان میں:**

بعض صوبوں کے قوانین میں ہے کہ حبشی مزدوروں کو گورے مزدوروں کے ساتھ کارخانوں میں ایک سطح پر قیام کی اجازت نہیں دی جائے گی حبشیوں کو اس کی بھی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ ان دروازوں سے نکلیں یا داخل ہوں جن سے گورے نکلتے اور داخل ہوتے ہیں۔

۴۔ **اجتماعی میدان میں:**

قانوناً چودہ صوبوں میں گورے پسنجروں کو ٹرین میں کالوں سے الگ رکھا جاتا ہے' ٹرینوں میں اور بسوں میں کاموں کے لئے خاص بوگیاں اور سیٹیں لگائی جاتی ہیں' ٹیلیفون بوتھوں حتی کہ اسپتالوں میں بھی ان کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا ہے اس طرح دماغی اور عقلی بیماریوں میں بھی گورے اور کالے پاگل میں فرق کیا جاتا ہے' اور ان سب سے زیادہ حیرت وتعجب کی بات یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں کتوں کے قبرستان کے مالک نے اعتراض کیا کہ وہ اپنے قبرستان میں حبشیوں کے کتوں کو دفن نہیں کرے گا اس لئے کہ اس کے گورے کسٹمر کو تکلیف ہوتی ہے کہ ان کے ناز ونعم میں پلے ہوئے کتوں کو مرنے کے بعد کالوں کے کتوں کے برابر کر دیا جائے۔

اکثر امریکی اس شرمناک صورتحال سے معذرت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں جنوبی صوبوں میں جو شمالی صوبوں سے کم مہذب ہے حبشیوں میں گوروں سے کراہت ونفرت شدت سے پائی جاتی ہے لیکن واقعی صورتحال اس معذرت کی تکذیب کرتی ہے شمال کے تمام بڑا شہروں میں حبشیوں کی بھاری اکثریت ہے جو گندے محلوں میں گھری ہوئی ہے جن کی ٹوٹی پھوٹی لکڑیوں کے گھر ہوتے ہیں۔ جن میں چوہے کبڈی کھیلتے ہیں اور ان میں اکثر آگ لگتی رہتی ہے واشنگٹن میں ''ہارلم'' نامی محلہ میں ایک گھر میں وہ حبشی رہتے ہیں' ایک امریکی اخبار کا کہنا ہے کہ اگر ہم محلہ ''ہارلم'' کی گھنی آبادی کے اعتبار سے کوئی اصول بنالیں اور اسے امریکا کے تمام صوبوں پر تطبیق دیں تو ہم آسانی سے پورے امریکا کو نیویارک کے نصف حصے میں جمع کر سکتے ہیں۔

واشنگٹن میں وائٹ ہاؤس کے سامنے منکولن کے خوبصورت یادگار مجسمہ کے سامنے ایک نہایت گندہ محلہ آباد ہے جس میں ڈھائی لاکھ حبشی (یعنی راجدہانی کی آبادی کا چوتھائی حصہ) جانوروں کی طرح رہتے ہیں' راجدہانی میں

حبشیوں کیلئے ان ہوٹلوں، کینٹینوں، اسکولوں اور اسپتالوں حتیٰ کہ ان جگہوں میں داخل ہونا ممنوع ہے جو گوروں کے لئے خاص ہیں، ''پناما'' کا ایک حبشی واشنگٹن میں کیتھولک گرجا گھر میں داخل ہوا اور اپنی نماز و دعا میں مشغول ہوگیا۔ اسکے پاس آ کر پادری نے اس کو ایک پرچی دی جس میں حبشی کیتھولک گرجا گھر کا پتہ لکھا ہوا تھا جب پادری سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ شہر میں حبشیوں کیلئے خاص گرجے ہیں یہ کالا اس میں عبادت کرسکتا ہے۔

ایک طرف تو ان حبشیوں کے ساتھ جبر و تشدد ظلم و ستم اور جابرانہ تعصب کا معاملہ ہے دوسری طرف وہ اس تعلیم کو عام کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پوری انسانیت کے لئے ہیں، اس ذلت و رسوائی، اس احتقار و تنقیص کے ساتھ فقر و مرض اور تنگی و پریشانی کی فضا میں ڈیڑھ کروڑ حبشی (یعنی پوری ریاستہائے متحدہ امریکہ کی آبادی کا دسواں حصہ) سانس لے رہے ہیں جن کی قیادت و سیاست امم متحدہ کر رہی ہے اور جو نعرہ لگا رہی ہے کہ اس کا پیغام قوموں اور امتوں کے لئے آزادی و امن و آشتی کا پیغام ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ''ہاری ہایوڈ'' امریکی نے اپنی کتاب ''تحریر الزنوج'' میں اس آزادی کی حقیقت کے بارے میں جو لکھا ہے اس کو پیش کر دیا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رنگ و نسل کو کسی بھی ملک میں باستثنا جنوبی افریقہ قوموں کے غلام بنانے کا ذریعہ نہیں بنایا گیا جیسا کہ ان ملکوں میں غلامی دور اس اعتبار سے ختم ہوگیا کہ اب غلاموں پر ملکیت حاصل نہیں ہوتی لیکن طبقاتی نظام کے اعتبار سے ابھی بھی غلامی باقی ہے آج کل مقصود کالوں کو گوروں کے مراکز سے ادنیٰ معمولی درجہ کے مراکز میں باقی رکھنا ہے اور اس کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، کبھی حکومت کے بجائے عوامی قتل و پھانسی کے ذریعہ اور کبھی ظالمانہ و جابرانہ قانونی کاروائیوں کے ذریعہ اور کبھی بے بنیاد عادات و تقالید کی بناء پر۔

ماہر اقتصادیات ''فکتو ربیولو'' کہتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ شمال کے وہ صنعت و حرفت والے جو خانہ جنگی کے عہد میں فدائی حکومت پر قابض تھے ان کو صحیح معنوں میں حبشی قوم کی آزادی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ ان کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ حبشی قوم کے آخری درجہ استغلال میں جنوب کے غلاموں کے مالکان کے قائم ہو جائیں حق یہ ہے کہ وہ طریقہ کار جس کو جمہوری پارٹی اور فوج نے جمہوری ریاستوں میں اختیار کیا در حقیقت حبشی قوم کو نئے سرے سے اپنے تابع کرنے کا ان کے سابق مالکان کے ساتھ ایک عہد تھا۔''

وہ مزید کہتے ہیں: ''نسلی تعصب کا زہر ملک کے طول و عرض میں پھیل چکا ہے اور امریکی زندگی کے تمام شعبوں میں سرایت کر چکا ہے حتیٰ کہ امریکی گورے عوام حبشی قوم یا دوسری اور استخفاف و احتقار کی تعبیر گڑھنے کے عادی ہو چکے ہیں۔''

''جاک لیت اور لی مور تیجر'' کہتے ہیں کہ: ''پوری دنیا میں مشہور ہو چکا ہے کہ امریکا کا شعار آزادی کا مجسمہ ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہم ہر امریکا آنے والے یا اس میں پناہ لینے والے کا استقبال کریں اگر چہ وہ ظلم وستم اور جبر وتشدد سے راہ فرار اختیار کر کے آیا ہو ایسا لگتا ہے کہ جس دن اس میں آزادی کا مجسمہ نصب کیا گیا اس دن سے آزادی کا معنی مکمل طور پر ختم ہو گیا۔''

۱۹۴۶ء میں ایک حبشی اور اس کی ماں ''کولمبیا'' میں ایک ریڈیو کی اصلاح ومرمت کرنے والی دکان پر اپنے ریڈیو کی درستگی کے لئے گئے' اصلاح کی قیمت ادا کرنے کے بعد انہیں محسوس ہوا کہ ریڈیو درست نہیں ہوا ہے۔ ابھی بھی خراب ہی ہے' ماں نے کہا کہ تیرہ ڈالر میں ادا کر چکی ہوں لیکن ریڈیو ابھی بھی خراب ہی ہے۔ دکاندار نے دونوں کو دکان سے دھتکار دیا اور اس کی کسی خادمہ نے حبشی کی ماں کو پیر سے ایسا مارا کہ وہ منہ کے بل گر گئی حبشی بہت غصہ ہوا اور اسنے اس کو زمین پر پٹخ دیا یہ دیکھ کر پڑوسی دکاندار نے عوام سے چیخ چیخ کر کہا اس خبیث کو قتل کر دو' عوام وہاں جمع ہو گئی اور کہا کہ ہم دونوں سے قصاص لیں گے۔ امریکا میں حبشیوں سے قصاص لینے کا مطلب ہر بغیر کسی محاکمہ کے سر دھڑ سے جدا کرنا ہے اخیر میں ان دونوں کو جیل خانہ پہنچا دیا گیا۔ لیکن عوام اس سے راضی نہیں ہوئی بلکہ نہایت تیزی سے حبشیوں کے محلہ کی طرف ان دونوں سے انتقام لینے گئی اور پولیس والوں نے اس مصیبت زدہ محلہ کا محاصرہ کیا اور حبشیوں کو ان کے گھروں اور دکانوں سے نکالا' ان کو جلا دیا اور ان پر گولیاں چلائیں' جس کے نتیجہ میں بہت سے ہلاک ہو گئے اور بہت سے زخمی ہوئے یہ سارا کچھ محض اس لئے ہوا کہ اس حبشی عورت نے دکاندار سے شکایت کی کہ اجرت ادا کرنے کے بعد ریڈیو خراب ہی ہے یہ ان کی تہذیب کی مثال ہے۔

اس کے مقابلہ میں اسلامی عہد کا ایک واقعہ ملاحظہ کریں ۱۰۰ھ میں ایک کالی باندی نے جس کا نام فرتونہ تھا امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز سے شکایت کی کہ اس کی دیوار بہت چھوٹی ہے' چور اس سے گھس کر اس کی مرغیاں چراتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فوراً اس باندی کو جواب دیا کہ میں نے مصر کے گورنر کو تمہاری دیوار کی درستگی اور گھر محفوظ کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اور انہوں نے گورنر مصر ایوب بن شرجیل کو لکھا کہ تم میرے خط کو پاتے ہی خود فرتونہ کے گھر جاؤ اور اس کی دیوار درست کر کے اس کے گھر کو محفوظ کر دو' والی مصر نے خود اس کے گھر کا پتہ لگایا اور اسکو بتایا کہ امیر المومنین نے تمہارے بارے میں یہ حکم دیا ہے اور اس کے گھر کو محفوظ کر دیا ہماری تہذیب کی یہ ایک مثال ہے اس لئے اسلام آسمانی قانون ومذہب ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو یکساں حق دیتا ہے اگر کوئی فرق کیا جاتا ہے تو وہ اچھے اور برے کردار کی بناء پر۔ (بحوالہ تعمیر حیات انڈیا)